عالم اسلام کو جلد یا بدیر محض اعزاز و اکرام کے طور پر سہی کسی مرکزی شخصیت اور مرکزی لیڈر کے بارہ میں بھی سوچنا پڑے گا۔ جو خلیفہ اور خلافت ختم ہونے سے پیدا ہونے والی خلاء کی کچھ تو تلافی کر سکے اور مسلمانوں کی مرکزیت کا ذریعہ بن سکے۔ عربی زبان کی اشاعت و فروغ اور اسے باہمی اتحاد کا ایک بنیادی ذریعہ قرار دینا بھی وقت کے اہم تقاضوں میں شامل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بیشمار چیزیں عالم اسلام کے لئے ایسے باہمی اتحاد کا ذریعہ بن سکتی ہیں جو پائیدار، مستحکم اور غیر فانی و لازوال ہو۔

ہماری دعا ہے کہ لاہور کی بین الاقوامی کانفرنس اعلیٰ سے اعلیٰ اور زیادہ سے زیادہ مثبت نتائج کا ذریعہ ثابت ہو اور نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام اس کی برکات سے مالامال ہو اور خدا اسے دشمنوں اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھ کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مولانا میاں مسرت شاہ کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب نافع گل مرحوم و مغفور جیسے جیّد اور ممتاز علامۂ یگانہ کے وصال کے علاوہ کئی اور علمی و دینی حادثے بھی پیش آئے۔ ان داغِ مفارقت دینے والے بزرگوں میں حضرت مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیل بھی شامل ہیں۔ موصوف نہ صرف جیّد عالم تھے بلکہ اپنی خداداد وجاہت، عزت و ثروت اور اثر و رسوخ کو بھی عمر بھر دین اور علوم دینیہ کی اشاعت و فروغ میں صرف کرتے رہے وہ اپنی حیاتِ مستعار کو علمی اداروں اور دینی کاموں میں لگا کر انشاء اللہ حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہوں گے۔ مگر علمی و دینی حلقے ان کی جیتی جاگتی اور پروقار شخصیت کو مدتوں روتے رہیں گے۔ دارالعلوم حقانیہ سے تو ان کا تعلق جسم و روح جیسا تھا۔ دارالعلوم کے تمام تنظیمی کاموں میں پیش پیش رہتے اور شوریٰ کے اجلاس کی روحِ رواں تھے۔ عموماً صدارتِ شوریٰ بھی آپ ہی فرماتے اور اپنی میٹھی حکیمانہ اور مشفقانہ باتوں سے ارکان کو نیا جوش اور ولولہ بخشدیتے۔ سیاسی مخالفتوں کے باوجود بھی علماء اور اہل علم کے قلوب میں ان کا وقار قائم رہا کیونکہ ان کا کوئی فیصلہ گو بظاہر عام مزاج کے خلاف بھی ہوتا مگر خلوص اور للہیت پر مبنی ہوتا۔ صوبہ سرحد کے علمی و دینی حلقے عموماً اور دارالعلوم حقانیہ میں خاص طور پر ان کی خلاء مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقاماتِ قرب سے نوازے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان اور تمام خاندان کو صبر جمیل، اور ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی توفیق سے نوازے۔ مولانا مرحوم

کا مختصر سوانحی خاکہ یہ ہے ــــــ ولادت ۱۸۹۸ء حکمت آباد نزد سرڈھیری تحصیل چارسدہ میں ہوئی، جہاں ان کے والد بزرگوار مولانا میاں حکمت شاہ کی جائداد تھی۔ آبائی قصبہ زیارت کاکا صاحب اور سلسلۂ نسب مشہور بزرگ شیخ رحمکار مرحوم سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر شیخان ملا مرحوم سے پائی اور درس نظامی کی ابتدائی کتب ۱۹۱۱ء میں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ گدر میں پڑھیں۔ کچھ کتابیں طورو مردان کے علامہ مولانا عبدالجمیل مرحوم سے اور معانی و بیان کی کتابیں علامہ عبداللہ میاں صاحب سے زیارت کاکا صاحب میں پڑھیں۔ مولانا عبداللہ میاں صاحبؒ نے مطول کا حاشیہ بھی لکھا تھا جسے اس وقت کابل کے امیر عبدالرحمان مرحوم نے شائع بھی کروایا ــــ معقولات کی کتابیں اپنے گاؤں میں مولانا صاحب حسن زئی اور مولانا صاحب ڈنڈوتہ سے پڑھیں یہ دونوں منطق و فلسفہ کے جید اساتذہ میں سے تھے اور مرحوم کے والد بزرگوار نے اپنے سعادتمند بیٹے کو گھر میں تعلیم دینے کیلئے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ تفسیر و حدیث کی اجازت وقت کے مشہور عالم صاحب حق صاحب رجڑ چارسدہ سے حاصل کی ۱۹۱۷ء میں اپنے گھر پر ان کے والد مرحوم نے اپنے اخراجات سے مدرسہ قائم کیا کہ آپ اس میں تدریس کا مشغلہ جاری کر سکیں۔ یہاں اور کچھ عرصہ مدرسہ عربیہ رجڑ میں حسبۃً للہ تدریس دیتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں بسلسلۂ تجارت چوب افغانستان گئے۔ آخر وقت تک عمارتی لکڑی کی تجارت ہی آپ کا ذریعہ معاش رہی۔ ۱۹۳۲ء میں اپنے فرزند مولانا ولایت شاہ صاحب کو بغرض تعلیم دیوبند لے گئے۔ تو علم کے حصول اور اولاد کی علمی تربیت کا جذبہ اتنا تھا کہ والد بھی بیٹے کے ساتھ طلب علم میں دوبارہ مشغول ہوگئے اور شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی بخاری و ترمذی اور مولانا رسول خانؒ کی ابو داؤد اور مولانا محمد ابراہیمؒ کی مسلم شریف میں شرکت فرمائی اسی زمانہ میں دارالعلوم کے مہمان خانہ میں رہے۔

مولانا ولایت شاہ صاحب کی روایت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کی آپ پر خاص توجہ تھی۔ اور خصوصی طور پر بعد از نماز مغرب بھی اپنی قیام گاہ پر عربی زبان میں تقریر فرماتے ہوئے حضرت مدنی مرحوم انہیں ترمذی شریف پڑھاتے رہے جسے آپ نوٹ کرتے رہے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے انہیں حضرت مدنیؒ کے مشورہ اور اجازت سے بادل ناخواستہ دیوبند سے واپس آنا پڑا ــــ ۱۹۴۱ء میں ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو ان کے کاروبار کا سارا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑا۔ مگر پھر بھی قومی و دینی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

پہلی دفعہ ۱۹۳۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۱ء میں اپنے اہل و عیال و اعزہ کے ساتھ زیارت

حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ عمر کافی تھی مگر قویٰ و اعصاب کے لحاظ سے نہایت قوی بہادر اور جفاکش تھے۔ ۱۲ر دسمبر ۷۳ء کو مرض نے آلیا جو بظاہر بہت معمولی تھا مگر بالآخر مرض وفات ثابت ہوا۔ گھر پہ اور پھر پشاور کے ہسپتالوں میں اور اعلیٰ ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا مد علاج مرگ کس کے پاس تھا۔ ؟ مرض میں فالج کا بھی اضافہ ہوا جو بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور بالآخر جمعہ کی رات اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد جو عام طور پہ ۹ر ذی الحجہ کا دن تھا۔ مگر ان کے علاقہ میں عید الاضحیٰ کا مبارک دن، نماز جنازہ ہوئی اور محبوب حقیقی کی رضا کے یہ طلبگار اپنے محبوب سے جا ملے، جمعۃ المبارک کے ساتھ عید اور پھر وصال حقیقی، کئی سعادتیں تھیں جو جمع ہو گئیں اور شاید شاعر نے انہی کے لئے کہا تھا کہ ؂

عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ لی اجتمعا
وجہ الحبیب ویوم العید والجمعا

علماء طلباء امراء اور دردمند مسلمان بڑی کثرت سے جنازہ میں شریک ہوئے اور اسلاف کے اس نمونہ پر جی بھر کر روئے۔ جو اپنی ذات میں دنیاوی امارت و ثروت کے ساتھ علماء کے فقر و زہد اور وقار و تمکنت، صوفیا کا سوز و گداز شرفاء کا رکھ رکھاؤ اور اپنی قوم پٹھانوں کے روایتی طور طریقے عزت و حمیت سب کچھ سمیٹے ہوئے تھے۔ جنازہ ان کے فرزند مولانا ولایت شاہ نے پڑھایا اور تدفین کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے اس دیرینہ محب قدیم کی ذات کو دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا۔ علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ اور دیگر علماء نے بھی تقریریں کیں اور رفع درجات کی دعائیں ہوئیں۔ فرحمۃ اللہ وارضاہ ورضی عنہ۔

ان کے علاوہ گذشتہ ماہ کئی اور ایسے حضرات نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا جنہیں علمی، دینی، قومی و ملی دنیا میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ سعودی عرب کے الشیخ محمد الامین الشنقیطی مرحوم رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ کے بنیادی رکن اور مدینہ طیبہ کے اسلامی یونیورسٹی کے ممتاز استاذ تھے، علمی مآثر میں قابل قدر تفسیر۔ اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن۔ اور دیگر وقیع کتابیں چھوڑیں۔ سلفی المشرب تھے۔ علمی دنیا میں عظیم خدمات انجام دیں۔ اس طرح صوبہ سرحد کے کوٹہ تحصیل صوابی کے حضرت مولانا عبدالجبار صاحب جو قدیم علماء کا نمونہ تھے انتقال فرما گئے۔ کچھ اور حضرات شیخ محمد اشرف شاہد برادر رز اسلام آباد۔ الحاج ڈاکٹر شیر بہادر قریشی پشاور، جناب الحاج بہرام خان جہانگیرہ۔ مولانا عبدالشکور دین پوری کے فرزند مولوی عبدالقدیر۔ مولانا محمد فرقان ہزاروی اور ان جیسے دیگر کئی افراد کی جدائی دارالعلوم حقانیہ اور الحق کے تمام اراکین کیلئے موجب صد افسوس ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کو درجات عالیہ سے نوازے۔ آمین۔

سمیع الحق